ہجرت حبشہ کے اسباب وعلل کی مادی تاویلات کا تنقیدی جائزہ

صباحت افضل*

ڈاکٹر محمد حماد لکھوی*

The Abyssinian Migration that was caused by the unending atrocities of Makkan polytheistshas been interpreted by the orientalists as Prophet's (P.B.U.H.) scheme of attaining political and military power. Though divergent theories have been propounded by the Orientalists in this regard but all of them agree that the motives and causes of Abyssinian migration were not confined to seeking a refuge from Makkan violence. Some of them consider it a scheme of persuading Negus to attack Makkah, some regard it as a proof that Hazrat Muhammad(P.B.U.H.) had political ambitions from the very beginning of his mission, while others explain it as a temporary solution of the danger of Muslims' apostasy. In the following research paper an attempt has been made to present an overview and brief analysis of the material interpretations of Abyssinian Migration.

ہجرت حبشہ اسلامی تاریخ ہجرت کا نقطۂ آغاز ہے اور مکی دور کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے۔ قریش مکہ کی طرف سے مسلمانوں کو ایذا رسانی کا سلسلہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلانیہ تبلیغ کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا، تاہم آغاز میں یہ ظلم کم تھا اور پھر دن بدن، ماہ بماہ بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ 5 نبوی کے وسط میں انتہا کو پہنچ گیا اور مسلمانوں کے لئے مکہ میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ وہ مجبور ہو گئے کہ اس دردناک صورتحال سے نجات کا کوئی طریقہ سوچیں۔ اسی زمانے میں سورۃ کھف نازل ہوئی جس میں بیان کردہ واقعات اس بات کی طرف رہنمائی کر رہے تھے کہ جب کسی جگہ پر دین پر عمل کرنا مشکل بنا دیا جائے تو اہل ایمان کو کسی ایسی جگہ کی طرف ہجرت کر لینی چاہئے جہاں دین پر عمل کرنا ممکن ہو۔(1) پھر سورۃ زمر نازل ہوئی جس کی یہ آیت واضح طور پر ہجرت کی طرف اشارہ کر رہی تھی:

﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُاللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّيا لصَّابِرُونَ أَجْرَهُ مِبِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (2)

ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس دنیا میں اچھے عمل کئے، بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے، صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر پورا پورا دیا جائے گا۔

ابن ہشام نے ہجرت حبشہ کے اسباب وپس منظر کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب مکہ میں عام مسلمانوں پر ظلم وستم بہت

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

*پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

بڑھ گیااور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ جن مصائب و آلام میں یہ لوگ گرفتار ہیں، آپ ﷺ ان سے انہیں نہیں چھڑا سکتے اوران کی حفاظت نہیں فرماسکتے تو آپؐ نے انہیں ہجرت کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم حبشہ کی طرف چلے جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا کیونکہ وہاں پر ایک ایسا بادشاہ حکمران ہے جو کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا۔ وہ سچائی والی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان مصائب سے نکلنے کا کوئی راستہ بنادے جن میں تم مبتلا ہو۔ آپؐ کے اس فرمان پر بعض صحابہ مکہ میں درپیش آزمائشوں اور فتنوں سے بچنے کے لئے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے پر تیار ہوگئے اور ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے خالص دین اور ایمان کے ساتھ حاضر ہوں۔ یہ پہلی ہجرت تھی جو مسلمانوں نے اسلام کی خاطر کی۔(3)

سیرت کے دیگر واقعات کی طرح ہجرت حبشہ جیسے خالص دینی پس منظر میں انجام دیئے گئے عمل کی بھی مادی نقطہ نظر کی روسے تشریح کی گئی ہے اور اس نقطہ نظر سے ہجرت حبشہ کی جو تعبیر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حبشہ کے حکمران نجاشی کی مدد سے قریش کی قوت کو کچلنا چاہتے تھے اور آپؐ کا اصل منصوبہ یہ تھا کہ وہاں اپنے پیروکاروں کے ذریعے نجاشی کو اپنا ہم خیال بنا کر اس بات پر آمادہ کرلیں کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ مکہ پر حملے کے لئے تیار ہو جائے۔ تاہم ان مادی تاویلات کو پیش کرنے والوں کے نزدیک اس منصوبے پر عمل صرف اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ حضرت محمد (ﷺ) کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ مکہ پر کامیاب حملے کی صورت میں ان کو حکومت و اقتدار ملنے کی بجائے نجاشی مکہ پر قابض ہو جائے گا۔ڈی ایس مارگولیتھ (4)لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اپنے پیروکاروں کے لئے ایک عارضی پناہ گاہ کی تلاش میں تھے اور انہیں اس کے لیے کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ حبشہ وہ ملک تھا جس نے عرب کے مظلوم عیسائیوں کی مدد بھی کی تھی اور جو عرب کی بت پرستی کو بھی ناپسند کرتا تھا۔ چنانچہ محمد (ﷺ) نے اس ملک میں اپنے پیروکاروں کے لئے پناہ حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔

> ...perhaps looking forward to seeing them return at the head of an Abyssinian Army.)5(
>
> غالباً یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کی واپسی حبشی فوج کی قیادت کرتے ہوئے ہو گی۔

مصنف یہ مفروضہ بھی پیش کرتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کے پس منظر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارادہ بھی ہو گا کہ حبشہ کی حمایت حاصل کرکے مکہ پر چڑھائی کر دی جائے، وہ لکھتے ہیں:

> There is little reason for doubting that the founder of Islam, in sending his followers to Axum, designed some such denouement.)6(
>
> اس بارے میں شک کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ بانیٔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اسی طرح کے کسی ڈرامائی حل کے لئے اقسم (حبشہ کا شہر) بھیجا تھا۔

حبشہ کی طرف سے ایسا کوئی حملہ نہ ہوسکنے کی وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی آمد کے کچھ عرصہ بعد ہی نجاشی کو سرحدوں پر جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ اس جنگ میں انہیں فتح حاصل ہوئی لیکن اس فتح کے بعد یقیناً اہل مکہ کی تجارت پر قبضے کا خیال ان کے ذہن سے نکل چکا ہو گا جس کے باعث اہل مکہ حبشہ کی طرف سے کسی بھی جارحیت سے محفوظ رہے۔(7)

مارگولیتھ ہجرت حبشہ کو رسول اللہ کا ایک ایسا اقدام قرار دیتے ہیں جس کے باعث وہ قریش کی نظروں میں ایک خطرناک شخصیت کی حیثیت اختیار کر گئے ،یعنی ایک ایسا شخص جو انہیں کسی بھی طرح کا نقصان پہنچا سکتا تھا اور جس کے خطرناک ارادوں سے بچنے کے لئے سخت اقدامات کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ گویا قریش کو بعد میں جو جارحانہ حکمت عملی اختیار کرنی پڑی اس کی وجہ خود حضرت محمد (ﷺ) کے خطرناک عزائم تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> The Abyssinian card was one of the enormous value _ not so valuable as that of Medinah afterwards proved to be, yet capable of being played with great effect. All the argumentation of the Koran, which indeed few in Mecca could understand, was far outweighed by the testimonial of the great man. The Negus believed Mohammed was a prophet; that fact could now be flaunted in advertisements, and the Meccans who probably saw in this testimonial merely a desire on the part of the Abyssinians to interfere with their affairs, found that Mohammed from being vexatious had become dangerous. He had, in fact, by the Negus's patronage of the cause become a political power; a person hated, indeed, but feared rather than despised.)8(

> حبشہ (کی طرف ہجرت) کی چال بے پناہ اہمیت کی حامل تھی، اگرچہ اس قدر اہم نہیں جتنی اہم بعد میں ہجرت مدینہ ثابت ہوئی، تاہم پھر بھی یہ چال اس قدر اہم ضرور تھی کہ اسے انتہائی مؤثر طریقے سے کھیلا جا سکتا تھا۔ قرآن کے سارے دلائل کے مقابلے میں، جنہیں اہل مکہ میں سے بہت کم لوگ ہی سمجھ سکتے تھے، اس عظیم شخص کی گواہی کہیں زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ نجاشی کو محمد (ﷺ) کی رسالت پر یقین تھا؛ اس بات کو بڑھا چڑھا کر مشتہر کیا جا سکتا تھا جبکہ اہل مکہ جو غالباً (نجاشی کی طرف سے رسالت کی) تصدیق کو اہل حبشہ کی طرف سے اپنے معاملات میں مداخلت کی خواہش سمجھتے تھے، انہیں یہ لگنے لگا کہ محمد (ﷺ) اب محض پریشانی کا باعث نہیں رہے تھے بلکہ ضرر رساں بن چکے تھے۔ درحقیقت نجاشی کی طرف سے اپنے مشن کی سرپرستی پر وہ ایک سیاسی قوت بن چکے تھے، ایک ایسی شخصیت جس سے نفرت کی جاتی تھی، بلکہ نفرت سے زیادہ ان سے ڈر محسوس ہوتا تھا۔

یہ تصور کہ ہجرت حبشہ کا اصل مقصد نجاشی کی فوجی مدد حاصل کرنا تھا نہ تو کسی تاریخی حقیقت پر استوار ہے اور نہ قبل از ہجرت کے واقعات سے اس مفروضے کو تقویت ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی کو کوئی ایسا پیغام دیا

گیااور نہ ہی اس طرح کا کوئی اقدام نجاشی کی طرف سے اٹھایا گیا جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ وہ مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ کر رہے تھے۔ قبل از ہجرتِ حبشہ بھی مسلمانوں کے رویئے میں کسی طرح کے جارحانہ عزائم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ فوجی مدد کے حصول کا نظریہ پیش کرنے والے مستشرقین یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر درحقیقت مکہ میں کوئی ظلم و ستم نہیں ہو رہا تھا اور یہ صرف حضرت محمد ﷺ کا کوئی پوشیدہ منصوبہ تھا جس کو انجام دینے کے لئے مسلمانوں کے ایک گروہ کو حبشہ بھیجا گیا۔ غور کیا جائے تو یہاں ان مستشرقین کی اپنی رائے سے ان کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس بات کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے دونوں صورتوں میں مندرجہ ذیل امکانات ہو سکتے ہیں:

1. اگر مکہ میں مسلمانوں پر کوئی زیادتی نہیں ہو رہی تھی اور ان کو قریش کی طرف سے ان مظالم کا سامنا نہیں تھا جس کا مسلم مؤرخین ذکر کرتے ہیں(9) تو عدم تشدد کی اس فضا میں یہ بھی لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ تبلیغ کی آزادی اور امن و سلامتی میسر ہونے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں تھی کہ ایک غیر ملکی فوج کو اپنے ہم وطنوں پر حملہ کرنے کی دعوت دیں، جس کے نتیجے میں ان کو کسی قسم کے فائدے کا حصول بھی غیر یقینی تھا۔
2. دوسری صورت یہی ہے کہ ہم یہ مان لیں کہ جن مظالم کا ذکر مسلم مؤرخین نے کیا ہے، وہ واقعی مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے تھے۔ اس بات کو ماننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ہم ہجرت حبشہ کے اصل سبب کو تسلیم کر لیں جو مکہ میں قریش کی طرف سے مسلمانوں پر کیا جانے والا ظلم و ستم ہی تھا۔

جہاں تک ڈی ایس مارگولیتھ کے اس نقطہ نظر کا تعلق ہے کہ نجاشی کی طرف سے نبوت کی تصدیق قرآن کے تمام دلائل پر بھاری تھی (جنہیں بقول ان کے اکثر اہل مکہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ اگر ایسا تھا تو قریش نے جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں کوئی ہتھکنڈا استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے، قرآن پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ اس کے دلائل دقیق اور پیچیدہ ہیں اور ان کی اکثریت انہیں سمجھنے سے قاصر ہے؟) تو اس بات کی تردید کتاب میں آگے جا کر ایک مقام پر وہ خود کر دیتے ہیں، جہاں وہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ نجاشی کو مسلمان قرار دینا بعد کے ادوار کی اختراع ہے۔ ان کے بقول جب بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے عیسائیوں پر ظلم و ستم کا آغاز کیا تو ماضی کی اس یاد نے انہیں ستایا کہ کبھی ایک عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کی مدد کی تھی اور اس اولین مسلم گروہ کو ختم ہونے سے بچایا تھا۔ اس پر یہ روایات گھڑی گئیں جن میں نجاشی کو کو بطور مسلمان پیش کیا گیا۔ مارگولیتھ یہ مفروضہ بھی پیش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے وفد نے ضرور نجاشی کو اس بات پر اکسایا ہو گا کہ وہ بت پرستی کے خاتمے کے لئے مکہ پر حملہ کر دے۔(10) اس سے بڑا تضاد کیا ہو گا کہ ایک مقام پر وہ نجاشی کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے ایک بڑے حامی کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور دوسرے مقام پر اسے غیر مسلم قرار دے

رہے ہیں۔ نجاشی مسلمان ہوئے یا نہیں اس کی وضاحت ان احادیث سے ہو جاتی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے:

((عنْ جابرٍ رضی اللہ عنهُ :قَالَ النّبيُّ ﷺحِينَ ماتَ النَّجاشيُ: "ماتَ اليَومَ رجُلٌ صالِحٌ،فَقُومُوافَصَلُّوا على أخِيكُم أصْحَمَةَ"))(11)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" آج ایک نیک شخص وفات پا گیا ہے، پس کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون بعنوان "محمد" (ﷺ) کے مصنفین نے ہجرت حبشہ کے واقعے کی تاریخیت کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی اس واقعے کی یہ تاویل کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ مسلمانوں کے مابین پیدا ہونے والے گروہی اختلاف کا نتیجہ تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ مفروضہ بھی پیش کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یقیناً حبشہ تجارت کی غرض سے گئے ہوں گے۔(12)

اپنے وطن، اہل و عیال اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر ایک نئی جگہ پناہ کی تلاش میں جانا اور وہاں نئے سرے سے روزگار کا سلسلہ ڈھونڈنا ایک ایسا عمل ہے جو کسی بھی طرح خوشگوار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کہنا کہ مسلمان محض تجارتی فوائد کے حصول کے لئے حبشہ گئے ہوں گے نہ صرف تاریخی حوالے سے بے بنیاد ہے بلکہ عقلی طور پر بھی ناقابل قبول ہے۔ مکہ جیسا محفوظ شہر جس کے تجارتی قافلے لوٹ مار سے بھی محفوظ تھے، اس کو چھوڑ کر محض تجارت کے لئے ایک نئے ملک میں جا کر بسنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ڈاکٹر احمد ابوزید اس نقطہ نظر کو رد کرتے ہوئے بجا طور پر لکھتے ہیں کہ اس طرح کے افکار محض اس ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں جو خالص مادی فلسفہ کی رو سے واقعات کی تشریح کرتا ہو اور واقعات کے مذہبی اور روحانی پہلوؤں کو نظر انداز کر دے۔ حقیقت یہ کہ مسلمانوں نے خالصتاً نظریاتی محرک کی بنا پر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔(13)

ایچ اے آر گب(14) کے بقول ہجرت حبشہ کا مقصد قریش پر سیاسی و معاشی دباؤ ڈالنا تھا تا کہ وہ اسلام کی مخالفت کرنا ترک کر دیں:

> The opposition of the Meccans had been founded on political and economic grounds; only through political and economic pressure could he break it down.) 15(

اہل مکہ کی مخالفت سیاسی اور معاشی بنیادوں پر قائم تھی اور صرف سیاسی اور معاشی دباؤ کے ذریعے ہی اسے ختم کیا جا سکتا تھا۔

ایچ اے آرگب کا یہ نظریہ صرف اسی صورت میں درست قرار دیا جاسکتا ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہجرت حبشہ کے بعد نجاشی کی طرف سے قریش پر کوئی تجارتی یا سیاسی دباؤ ڈالا گیا ہو اور جس کے نتیجے میں انہوں نے مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ اپنے رویئے میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہو۔ اس کے برعکس کتبِ تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد قریش کی مخالفت میں کمی آنے کی بجائے مزید شدت پیدا ہو گئی۔ علاوہ ازیں قریش کے وفد کا جواب دینے کے لئے نجاشی نے جب مسلمانوں کو بولنے کا موقع دیا تو انہوں نے کفر و شرک کے مقابلے میں اسلام کی سچائی کو تو کھل کر بیان کیا تاہم نجاشی سے اس طرح کی کوئی استدعا نہیں کی جس سے یہ اخذ کیا جاسکے کہ مسلمان نجاشی کی مدد سے قریش پر کسی قسم کا سیاسی یا معاشی دباؤ ڈلوانا چاہتے تھے، انہوں نے درخواست کی تو محض اتنی کہ "اے بادشاہ ہم یہ امید کرتے ہیں کہ آپ کے ہاں ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"(16) نجاشی کی طرف سے کسی قسم کا معاشی یا سیاسی دباؤ اس لئے بھی ممکن نہیں تھا کہ ان کے قبول اسلام کی خبروں پر خود نجاشی کو اپنی قوم کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اس مخالفت سے بچنے کے لئے انہیں قوم کے سامنے اپنا اسلام پوشیدہ رکھنا پڑا۔(17)

منٹگمری واٹ(18) ہجرت حبشہ کے حوالے سے کئی سوالات اٹھاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ ہجرت مسلمانوں نے حضرت محمد ﷺ کے حکم پر کی یا مہاجرین کا اپنا فیصلہ تھا؟ ہجرت کے مقاصد کیا تھے؟ اگر یہ قریش مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے کی گئی تو ہجرت مدینہ کے بعد بھی کچھ لوگ حبشہ میں کیوں قیام پذیر رہے، مدینہ کیوں نہیں آگئے؟ پھر وہ یہ مفروضہ پیش کرتے ہیں کہ غالباً وہ مہاجرین حبشہ تجارت کی غرض سے گئے تھے۔ تجارت چونکہ اہل مکہ کا بنیادی پیشہ تھا اور حبشہ میں ضرور اس کے زیادہ مواقع موجود ہوں گے۔ علاوہ ازیں مکہ اور حبشہ کے درمیان تجارتی روابط بھی موجود تھے۔ لہذا مصنف کے نزدیک اس بات کا قوی امکان ہے کہ مسلمان وہاں معاشی غرض سے بھی گئے ہوں۔ البتہ ایسے حالات میں جبکہ مکہ میں محمد ﷺ کی تحریک دشواریوں کا شکار تھی یہ ممکن نہیں کہ کچھ مسلمان صرف اپنی مرضی اور غرض کے تحت ایک دوسری جگہ ہجرت کر جائیں۔ یہ کہہ کر مصنف ایک نیا مفروضہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہجرت حبشہ کے پس منظر میں حضرت محمد ﷺ کے ذہن میں یہ منصوبہ موجود ہو سکتا ہے کہ وہ مکہ پر قبضہ کرنے کے لئے حبشہ کے حکمران سے کوئی تعاون چاہتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مکہ کے تجارتی قافلوں پر حملہ کرنے کے لئے حبشہ میں کوئی اڈہ بنانا چاہتے ہوں جیسا کہ انہوں نے بعد میں مدینہ کو بنایا، یا پھر وہ بازنطینی سلطنت کے ساتھ کوئی متبادل تجارتی راستہ بنانا چاہتے تھے جو اہل مکہ کے اثر رسوخ سے آزاد ہو تاکہ اہل مکہ کی تجارت پر اجارہ داری کا خاتمہ کیا جاسکے۔ واٹ کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ ہجرت حبشہ مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والے کسی باہمی اختلاف کا نتیجہ ہو۔(19) واٹ لکھتے ہیں:

> Of the Muslims who remained in Mecca the most important after Muhammad was Abu- Bakr; but he came from a very weak clan. Were the Muslims from the influential clans ready to follow him

and to support the policies he favoured? There are slight traces of rivalry between his group and that led by 'Uthman ibn-Maz'un...There were others, too,who for various reasons may have been averse to the policies adopted by Muhammad with Abu-Bakr's support. What these policies were we cannot say. Perhaps the emigrants disliked some attitude adopted by Muhammad to meet the growing vehemence of the opposition, such as an increased involvement in politics.)20(

مکہ میں رہ جانے والے مسلمانوں میں حضرت محمد (ﷺ) کے بعد سب سے اہم ابو بکرؓ تھے، تاہم ان کا تعلق ایک بہت کمزور قبیلے سے تھا۔ کیا زیادہ اثر روسوخ والے قبائل سے تعلق رکھنے والے مسلمان ان کی پیروی کرنے اور ان کی تائید کردہ پالیسیوں کی حمایت کرنے پر تیار تھے؟ ان کے اور عثمان ابن مظعون کے گروہ کے درمیان رقابت کے کچھ مبہم اشارے ملتے ہیں۔۔۔ اور لوگ بھی تھے جو کئی وجوہات سے ان پالیسیوں کے مخالف تھے جو محمد (ﷺ) نے ابو بکر کی تائید کے باعث اختیار کیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ حکمت عملیاں کیا تھیں۔ غالباً مہاجرین نے محمد (ﷺ) کے اس رویے کو ناپسند کیا جو انہوں نے مخالفت کی بڑھتی ہوئی شدت کے باعث اختیار کیا تھا، مثلاً سیاست میں بڑھتا ہوا عمل دخل۔

اپنی کتاب "محمد ایٹ مکہ" میں بھی واٹ انہی مفروضوں کو پیش کرتے ہیں اور آخر میں سب کو رد کرتے ہوئے ہجرت کا سبب مسلمانوں میں تفریق کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حبشہ میں حضرت خالد بن سعیدؓ(21) کے طویل قیام سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان کو محمد ﷺ کی سیاست سے اختلاف تھا اور وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی سیاسی نوعیت سے متفق نہیں تھے۔ ان کے خیال میں خالد بن سعیدؓ کو آپ ﷺ کے سیاسی فیصلوں سے اتفاق ہوتا تو وہ 7ھ سے پہلے ہی مکہ واپس آجاتے۔(22)

واٹ نے چند واقعات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے نزدیک یہ اختلاف خاص طور پر حضرت ابو بکرؓ سے تھا، جن کو رسول اکرم ﷺ کے ہاں خصوصی مقام حاصل تھا۔ واٹ کے خیال میں اس اختلاف سے پیدا ہونے والے امکانی خطروں کے بدلے میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے مخالفوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا۔ وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ناراض ہو کر خود حبشہ چلے گئے تھے، جس پر آپ ﷺ نے مخالفین کی تنقید سے بچنے کے لئے یہ ظاہر کیا ہو گا کہ خود آپؐ کے حکم پر انہوں نے مکہ کی طرف ہجرت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

The statement that Muhammad took the initiative may be an attempt to conceal base motives among those who abandoned

him in Mecca; but it is not necessary to interpret the data in this way. It is in accordance with Muhammad's character that he should quickly have become aware of the incipient schism and taken steps to heal it by suggesting the journey to Abyssinia in furtherance of some plan to promote the interests of Islam, of whose precise nature we remain unaware since in its ostensible aim it met with little success. The comparatively speedy reconciliation with 'Uthman and the others who returned to Mecca before the hijra to Medina, atleast suggests that there was never a complete break between them and Muhammad.Certainly they came in the end to accept Muhammad's leadership and the special position of Abu Bakr, and fought bravely as Muslims at Badr.)23(

ممکن ہے یہ کہہ کر کہ ہجرت حبشہ کا آغاز محمد (ﷺ) کے حکم پر ہوا، ان لوگوں کے سطحی محرکات کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہو جو محمد (ﷺ) کو مکہ میں چھوڑ کر چلے گئے تھے؛ تاہم ضروری نہیں کہ ہم معلومات کا تجزیہ اس انداز میں کریں۔ یہ بات محمد (ﷺ) کے کردار سے بالکل ہم آہنگ ہے کہ وہ جلد ہی اس قریب الوقوع فرقہ بندی کے بارے میں جان گئے ہوں اور ہجرت حبشہ کا حکم دے کر اس کے علاج کے لئے اقدام کیا ہو، مفاداتِ اسلام کے پرچار کیلئے بنائے گئے منصوبہ میں پیش قدمی کرتے ہوئے، جس کی بنیادی نوعیت سے ہم واقف نہیں کیونکہ اپنے ظاہری مقصد میں اسے کم ہی کامیابی حاصل ہوئی۔ عثمانؓ اور دیگر (صحابہ) جو ہجرت مدینہ سے قبل مکہ لوٹ آئے، ان کے ساتھ نسبتاً جلد صلح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہ محمد (ﷺ) اور ان (کے اصحاب) کے درمیان تعلقات کبھی مکمل طور پر خراب نہیں ہوئے تھے۔ یقیناً آخر میں انہوں نے محمد (ﷺ) کی قیادت اور ابو بکرؓ کے خصوصی مقام کو تسلیم کر لیا اور بدر میں بہادری سے لڑے۔

واٹ نے اس مفروضے کے حق میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ نہ صرف ناکافی اور کمزور ہیں، بلکہ سراسر تخمینوں پر مبنی ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور دیگر کئی حضرات جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وہ حضرت ابو بکرؓ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور ان کا حضرت ابو بکرؓ سے کسی قسم کا اختلاف نہیں تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہجرت کا سبب حضرت ابو بکر سے اختلاف تھا تو پھر ان لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کیوں کی جن کا حضرت ابو بکر سے کوئی بھی اختلاف نہ تھا؟ اسی طرح سے بعض صحابہ کے حوالے سے یہ اعتراض کہ وہ بعد کے سالوں میں مدینہ کیوں نہیں آگئے اور زیادہ سرگرم عمل کیوں نہیں رہے، درست نہیں ہے۔ اولین مہاجرین میں ایک تعداد ان لوگوں کی ہے، جو نمایاں شہرت کے حامل نہ تھے اور نہ ہی بعد کے ادوار میں ان کا کوئی قابل ذکر سیاسی کردار رہا۔ ان کے گمنام رہنے کو اختلاف کا شاخسانہ قرار دینا

محض ایک مصنف کی ذاتی رائے تو کہلا سکتی ہے لیکن اسے کوئی تاریخی استناد حاصل نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں بڑی تعداد میں ایسے لوگوں سے بھی تعاون لیا جو فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد مسلمان ہوئے تھے، ان لوگوں سے بھی جن کے خاندان کے بزرگوں نے اسلام سے معرکہ آرائی کی تھی۔ اگر حضرت ابو بکر کسی سے اختلاف رکھنے والے یا کسی کے ماضی کی وجہ سے اس کو نشانہ بنانے والے شخص ہوتے تو ایسے لوگوں کو بھی فوجی مناصب نہ دیتے۔

منٹگمری واٹ کے اس نظریے کی بنیاد کہ عثمان بن مظعونؓ حضرت ابو بکرؓ کے مخالف گروہ کے لیڈر تھے، ابن ہشام کی محض یہ روایت ہے:"وَكانَ عَلَيْهِم عُثمانُ بن مظْعُون، فِيْمَا ذَكَرَ لِي بعضُ أهلُ الْعلمِ"(24)(مجھے اس بارے میں کسی اہل علم نے بتایا کہ (حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے) گروہ کی قیادت حضرت عثمان بن مظعونؓ کر رہے تھے) ابن ھشام کو اس بات کی خبر کس شخص نے دی، اس کا نام نہیں بتایا گیا۔ ایسی روایت کو جس میں خبر دینے والا ہی مجہول ہو تاریخی طور پر مستند نہیں کہا جا سکتا۔ مزید یہ کہ ہجرت حبشہ کے بارے میں لکھنے والے کسی دوسرے مؤرخ یا کسی نمایاں محدث نے ایسی کسی روایت کا ذکر نہیں کیا۔ لہذا ایسی روایت کو کسی دلیل کی بنیاد نہیں بنانا درست نہیں سمجھا جائے گا۔ ابن سعد نے طبقات میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کی شخصیت اور کارناموں سے متعلق پورا ایک باب باندھا ہے مگر وہاں بھی اس بات کا کوئی ذکر موجود نہیں کہ وہ حبشہ جانے والے مہاجرین کے پہلے گروہ کے سردار تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ابن سعد ان کے کارناموں میں اس بات کا ذکر ضرور کرتے۔(25) اس نظریے کے غلط ہونے کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ جب قریش کا وفد نجاشی سے مسلمانوں کی حوالگی کا مطالبہ کرنے گیا تو نجاشی کے مطالبے پر مسلمانوں کا نقطہ نظر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے پیش کیا۔(26) اگر مہاجرین حبشہ کے لیڈر اس وقت حضرت عثمان بن مظعونؓ ہوتے تو اس موقع پر انہی کو مسلمانوں کا مؤقف نجاشی کے دربار میں پیش کرنا چاہئے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ واٹ کا یہ نظریہ کسی بھی طرح کی صداقت سے عاری ہے اور اس کے حق میں کوئی بھی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے۔ مشرکین کی طرف سے اذیت رسانی کے جو شدید طریقے اختیار کئے گئے اس پر مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ خود حضرت ابو بکرؓ بھی ہجرت کرنے پر آمادہ ہو چکے تھے مگر ایک قبیلے کے سردار نے ان کو اپنی پناہ دے دی جس پر انہوں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔(27)

ہجرت حبشہ کے اسباب میں گروہی افتراق کا یہ تصور پیش کرنے میں منٹگمری واٹ تنہا نہیں ہیں بلکہ اکثر مستشرقین (جیسا کہ مطالعہ سیرت میں مستشرقین کا منہج ہے) اسی تصور کو دہراتے رہے ہیں۔ مثلاً فان گریونے باؤم(28) (Von Grunebaum) نے لکھا:

> Probably this hijra, the immigration to Abyssinia, was motivated to be an attempt to smooth out a split that was beginning inside the community, perhaps between Mohammed and a group, that from his point of view was hyperascetic.)29(

غالباً یہ ہجرت، یعنی ہجرت حبشہ، مسلم گروہ میں پیدا ہونے والی اس تفریق کو ختم کرنے کی ایک ترغیبی کوشش تھی، جو محمد (ﷺ) اور ان کے کچھ ساتھیوں کے درمیان، جو انکے نقطہء نظر سے زیادہ ہی رہبانیت پسند تھے، پیدا ہو گئی تھی۔

ایک صحابی کی جانب سے ترک دنیا کے رجحان کی ایک روایت (30) کو اس حد تک لے جانا کہ انہیں رہبانیت پسند قرار دے ڈالنا کسی طور پر درست نہیں کہلا سکتا۔ اگر ایسا تھا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ (نعوذ باللہ) یہ گروہ داعی اسلام ﷺ کا پیرو نہ تھا بلکہ ان سے اپنے خیالات کی حمایت چاہتا تھا۔ اس مرحلے پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس گروہ نے اپنی مرضی سے ہجرت کی یا حکمِ رسول کی تعمیل کی۔ اگر منشائے رسول کے خلاف ہجرت کی تھی تو پھر حبشہ میں قریش کے وفد کی مخالفت اور اسلام اور داعی اسلام کی پرجوش حمایت کے معنی کیا ہوں گے۔ اور اگر یہ ہجرت آپؐ کے حکم کی تعمیل میں تھی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ گروہ جو اپنے نبی ﷺ کے حکم پر اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک اجنبی مقام پر چلا جائے وہ آپؐ کی کسی بھی طرح کی مخالفت کر سکتا ہو۔

سپر نگر (31) کے نزدیک حضرت محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم اسلئے دیا کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ ان کے پیروکار مظالم کی شدت کے باعث انہیں چھوڑ نہ جائیں۔ یعنی آپؐ کے اس حکم کے پیچھے محض اپنے پیروکار کم ہونے کا خوف تھا نہ کہ اپنے پیروکاروں کو ظلم و ستم سے بچانے کا جذبہ۔

> At length persecution ran so high, and so many apostatized that Mohammad advised some of his followers to leave Makkah, lest his whole flock might desert him)32(

> "بالآخر ظلم و ستم کا سلسلہ اتنا بڑھا اور اتنے لوگ مرتد ہو گئے کہ محمد نے اپنے بعض پیروکاروں کو مکہ چھوڑنے کی نصیحت کی، اس اندیشے سے کہ کہیں (مسلمانوں کی) پوری جماعت ہی انہیں چھوڑ نہ دے۔"

سپر نگر کی اس رائے کی بنیاد طبری کی درج کردہ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی وہ روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مشرکین کی طرف سے شدید اذیت اور تکالیف دیئے جانے پر رسول اللہ ﷺ کے کئی پیروکار ان کے بہکاوے میں آ گئے اور اسلام سے پھر گئے:

"فَتَرَكُوهُ اِلّامَنْ حَفِظَهُ اللّٰهُ مِنْهُمْ،وهُمْ قَلِيل "(33)

> "پس مسلمانوں نے انہیں چھوڑ دیا سوائے ان قلیل افراد کے جن (کے ایمان) کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی۔"

اگرچہ ابن ہشام نے ہجرت حبشہ کے پس منظر میں ایسی کسی روایت کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم اگر اس روایت کو درست مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہجرت حبشہ کے پس منظر میں رسول اللہ ﷺ کے کوئی ذاتی عزائم تھے۔ ایمان کی ابتلاء کی صورت میں ہجرت کرنا نہ صرف پسندیدہ ہے بلکہ لازم ہو جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اگر اپنے پیروکاروں کو اس آزمائش سے بچانے کے لئے ہجرت کا حکم دیا تو یہ ایک نبی کی حیثیت سے اپنی قوم کو ایمان پر باقی رکھنے کی ایک کوشش تھی نہ کہ ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے اپنے حامیوں کی بقا کا ایک منصوبہ۔ ایسی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کے ہمراہ مصر سے ہجرت کے عمل کو کیا کہا جائے گا؟ حضرت موسیٰؑ نے مصر میں رہ کر ہی فرعون کے مظالم کا مقابلہ کیوں نہیں کیا؟ کیوں انہوں نے پنی قوم کے ہمراہ راتوں رات مصر چھوڑنے کا فیصلہ کیا؟ کیا اس عمل کی تشریح بھی اس طور پر کی جائے گی کہ جس سے حضرت موسیٰؑ سے سیاسی عزائم منسوب کئے جا سکیں؟ اس بارے میں کبھی سوال نہیں اٹھایا جاتا کہ حضرت موسیٰؑ کے بنی اسرائیل کے ہمراہ مصر چھوڑنے کا مقصد دین الٰہی پر عملداری کو ممکن بنانا تھا۔ اس لئے کہ فرعون کی سلطنت میں رہتے ہوئے اللہ کے دین پر عمل کرنا ممکن نہ تھا۔ جب ایک نبی کی ہجرت کو مادی فلسفے کی روشنی میں پرکھا نہیں جاتا تو ایک دوسرے نبی کی طرف سے ہجرت کے حکم کو خالصتاً مادی محرکات کی روشنی میں دیکھنے کا سبب کیا ہے؟ تمام تاریخی روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے محض پہلے سے طے کردہ اس نظریئے کی بنیاد پر کہ حضرت محمد ﷺ کا دعویٰ نبوت درست نہیں تھا، آپ ﷺ کے ہر اقدام کو مادی محرکات سے منسوب کرنا اور اپنے تمام نظریات کی بنیاد ذاتی گمان اور اندازوں کو بنانا علمی طریقہ کار نہیں کہلا سکتا۔

ہجرت حبشہ کی ان تمام مادی تعبیرات کے جائزے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ہجرت خالصتاً مذہبی بنیادوں پر کی گئی تھی جس کے پس منظر میں کسی قسم کے معاشی و سیاسی مقاصد کارفرما نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد نجاشی کی طرف سے کوئی ایسا اقدام اٹھایا گیا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہیں ایسے کسی عمل کی دعوت دی گئی۔ ہجرت حبشہ کو سیاسی عزائم سے جوڑنے کی کوشش بھی مستشرقین کے انہی عزائم کا حصہ ہے جن کے تحت وہ رسول اکرم ﷺ کے احکامات اور فیصلوں کو ادنیٰ محرکات سے وابستہ کر کے آپ کے مقام و مرتبے کو گھٹانا چاہتے ہیں۔ تاہم غیر جانبداری کے ساتھ سیرت کا مطالعہ کرنے والا قاری، خواہ مسلم یا غیر مسلم، نہ صرف ان مادی تاویلات کے پس منظر میں پوشیدہ اصل عزائم کو بھانپ جائے گا بلکہ سیرت رسول ﷺ کے اصل خدوخال مزید روشن تر ہو کر اس کی نگاہوں کے سامنے آجائیں گے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) الکھف18:16

(2) الزمر39:10

(3) ابن ھشام، عبدالملک بن ھشام بن ایوب الحمیری،السیرۃالنبویۃ،(مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃمصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ،1955)،1/223-321

(4) ڈیوڈ صموئیل مارگولیتھ (1858ء-1940ء)لندن میں پیدا ہوئے ۔چرچ آف انگلینڈ کے ایک متحرک پادری تھے۔1889ء سے لے کر1937ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کے استاد رہے۔عربی کتب کی ایڈیٹنگ اور تراجم کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔معروف کتب میں "محمد اینڈ دارائز آف اسلام" ہے جو1905ء میں شائع ہوئی۔اس کے بعد1907ء میں بنو امیہ اور بنو عباس پر ایک کتاب "Umayyads andAbbasids" کے نام سے شائع ہوئی۔1914ء میں The Early "Development of Muhammedanism" کے عنوان سے فقہ اسلامی کی تاریخ پر ایک کتاب مرتب کی ۔1922ء میں بنوعباس کے زوال پر ایک اور کتاب "The Eclipse of the AbbasidCaliphate" کے عنوان سے شائع ہوئی۔

)5(D. S. Margoliouth, Mohammed and the Rise of Islam (New York, G. P. Putnam's Sons, 1905), p:157

Ibid, p:1666(

)7(Ibid, p:167

)8(Ibid, p:170

(9)ابن ھشام،السیرۃالنبویۃ،1/321-317، ابن جریر طبري، تاریخ الرسل والملوک(بیروت، دارالتراث،1387ھ)، 2/327-328،ابن کثیر،السیرۃالنبویۃ(من البدایۃوالنھایۃ)(بیروت،دارالمعرفۃ،1976ء)،2/3

)10(D.S. Margoliouth, Mohammed and the Rise of Islam, p:161

(11)البخاری، الجامع الصحیح (موسوعۃالحدیث الشریف"الکتب الستۃ")،کتاب من اقبال اَنصار، باب موت النجاشی(3877)، (الریاض،دارالسلام للنشر والتوزیع،الطبعۃالرابعۃ،2008ء)،ص:315

)12(The Encyclopedia of Islam, Article "Muhammad(New York , Leiden, 1993), 7/365

)13(Dr. Ahmed Abu Zayd, Dr. Ahmed CHAABIHI (Translator), The Life of the Prophet(Morocco, ISESCO, 2003), pp: 86-87

(14) ہیملٹن الیگزینڈر راسکن گبHamilton Alexander Rosskeen Gibb(1895ء-1971ء)اسکاٹش مستشرق ہیں۔ابتدائی تعلیم یونیورسٹی آف ایڈنبرا سے حاصل کی۔پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانوی شاہی رجمنٹ کے ایک سپاہی اور افسر کے طور پر فرانس اور اٹلی میں خدمات سرانجام دیں۔جنگ کے خاتمے پر لندن یونیورسٹی کے School of Oriental and African Studies میں عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔1930ء سے 1937ء تک اسی یونیورسٹی میں بطور پروفیس خدمات سرانجام دیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ایڈیٹر بھی رہے۔1955ء میں ہارورڈ یونیورسٹی میں بطور پروفیسر تقرر ہوا۔معروف کتب میں Arabic Literature: An Introduction, Modern Trends in Islam, Studies on the Civilizations of Islamاور Muhammedanism: An Historical Surveyشامل ہیں۔

)15(H.A.R. Gibb, Mohammedanism, (New York, Oxford University Press, 1964), p:28

(16)ابن ھشام،السیرۃالنبویۃ،1/336

(17)ابن ھشام،السیرۃالنبویۃ،1/341

(18)ولیم منٹگمری واٹ(1909ء-2006ء)برطانوی مستشرق ہیں۔بطور پادری اسکاٹش چرچ سے بھی وابستہ رہے۔یونیورسٹی آف ایڈنبرا میں علوم اسلامیہ اور عربی زبان کے استاد رہے۔قرآن مجید پر ان کا مقدمہ Introduction to the Quranکے عنوان سے 1977ء میں پہلی بار شائع ہوا۔سیرت پر ان کی دو کتابوںMuhammad at Meccaاور Muhammad at Medinaنے خصوصی شہرت حاصل کی جو بالترتیب 1953ء اور 1956ء میں شائع ہوئیں۔ان دونوں کتابوں کا خلاصہ Muhammad: Prophet and Statesmanکے عنوان سے 1961ء میں شائع ہوا۔واٹ کو آخری مستشرق کا خطاب بھی دیا گیا۔

)19(W. Montgomery Watt, Muhammad: Prophet and Statesman (London, Oxford University Press, 1961), pp:66-68

)20(p:69

(21)صحابیٔ رسول ﷺ ہیں۔اپنے بھائی عمرو بن سعید کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔یہ 613ء سے قبل کا واقعہ ہے۔رسول اللہ ﷺ کے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنھا سے نکاح پر ام المومنین کے ولی حضرت خالد بن سعید بنے۔633ء میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کی طرف روانہ ہونے والی مہم کا سپہ سالار مقرر کیا۔634ء میں شام میں حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں لڑے جانے والے ایک معرکے کے دوران جام شہادت نوش کیا۔

W. Montgomery Watt, Muhammad at Mecca (London, Oxford University Press, 22(2006), p:114-115

)23(W. Montgomety Watt, Muahmmad at Mecca, p: 117

(24)ابن هشام،السیرۃالنبویۃ،1/323

(25)ابوعبداللہ محمد ابن سعد،الطبقات الکبریٰ(بیروت،دار صادر،1968م)،3/393-400

(26)ابن هشام،السیرۃالنبویۃ،1/336

(27)ابن هشام،السیرۃالنبویۃ،ج:1،ص:372-373

(28)گستاف ای فان گریونے باوم Gustave E. von Grunebaum(1909ء-1972ء)آسٹریا سے تعلق رکھنے والے مستشرق۔1931ء میں University of Vienna سے Oriental Studies میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۔یونیورسٹی آف شکاگو میں عربی زبان اور مشرقی علوم کے استاد کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔اسلام پر ان کی معروف کتابوں میں Medieval Islam, Modern Islam: The Search for Cultural Identity اور Classical Islam شامل ہیں۔

)29(G.E. Von Grunebaum, Classical Islam,(UK, Oxford,1969), p:31

(30)سعد بن أبي وقاص يقولُ : لقد ردّ ذلک ، يعنى النبيّ ﷺ،على عثمان بن مظعونٍ، ولوْ أجاز لهُ التبتّل لاختصيناامام البخاری،الجامع الصحیح (موسوعة الحديث الشريف" الكتب الستة")، كتاب النكاح، بابمایكرهُ من التبتّلِوالخِصاء(5074)، دارالسلام للنش والتوزيع،الرياض، الطبعةالرابعة،2008م، ص:439

(31)Aloys Sprenger(1813ء-1893ء)آسٹریلوی مستشرق۔یونیورسٹی آف ویانا سے تعلیم حاصل کی۔طب اور طبعی علوم کے ساتھ ساتھ مشرقی زبانوں کا مطالعہ بھی کیا۔دہلی کالج(دہلی) میں پرنسپل اور یونیورسٹی آف برن سوئزرلینڈ میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیں۔تحریر و تصنیف سے متعلق مختلف منصوبوں پر نمایاں کام کیا؛رسول اللہ ﷺ کی سوانح تحریر کی؛عربی، فارسی اور ہندوستانی مخطوطات کا کیٹیلاگ تیار کیا؛اسلامی علوم میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی ڈکشنری مرتب کی۔ابن حجر عسقلانی(773ء-852ء)کی الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ کو ایڈیٹ کیا۔

)32(Aloys Sprenger, Life of Mohammad from Original Sources, (Allahabad, Presbyterian Mission Press, 1851),p:182

(33)ابن جریر طبري، تاریخ الرسل والملوک،(بیروت،دارالتراث،1387ھ)،2/328